فتوی نمبر:[۲۷] بسم اللہ الرحمن الرحیم تاریخ:[۲۰۲۰/۱۱/۱۵]

سوال

سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں سے حکومت جی پی فنڈ کٹوتی کرلیتی ہے، اور پھر ریٹائرمنٹ کے بعد جمع شدہ رقم بمع منافع واپس کرتی ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی حیثیت واضح کریں۔(ڈاکٹر محمد اکرم)

جواب

الحمدلله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده!

- جی پی فنڈ جنرل پراویڈنٹ فنڈ کا مخفف ہے۔ جس کا معنی عمومی بچت فنڈ ہے۔ یہ حکومت کی بظاہر ایک رفاہی سکیم ہے، جو وہ اپنے ملازمین کو فراہم کرتی ہے۔ اس کا باقاعدہ ایک طریقہ کار ہے جس کی وضاحت کچھ یوں ہے:

☆ جو ملازمین اس سکیم میں شامل ہونا چاہیں حکومت متعلقہ محکمہ کی وساطت سے انہیں وہ فارم فراہم کرتی ہے، ایک فارم پر ملازم کے کوائف ہوتے ہیں، جب کہ دوسرا نامزدگی کا ہوتا ہے کہ ملازمت کے دوران ملازم کے مرنے یا کسی حادثہ کا شکار ہونے کی صورت میں یہ واجبات کون وصول کرے گا۔

☆ فارم پُر کرنے کے بعد آفس کی طرف سے ملازم کے لئے ایک نمبر الاٹ ہوتا ہے جسے اکاؤنٹ نمبر کہا جاتا ہے۔ آئندہ ملازم سے متعلقہ رقوم کا حساب اسی نمبر کے حوالہ سے کیا جاتا ہے۔

☆ تنخواہ کے سکیل کے لحاظ سے ملازم کی تنخواہ سے ہر ماہ کٹوتی ہو کر بینک میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ حکومت کے اس کے متعلق جو ضوابط ہیں، ہمیں تلاش بسیار کے باوجود ان میں کوئی ایسا ضابطہ نہیں ملا، جس کی رو سے یہ کٹوتی ضروری ہو، البتہ عملا ایسا ضروری ہے، بصورت دیگر ملازم کو کچھ مراعات سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ یا کم از کم ہر ماہ تنخواہ کی ادائیگی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتی ہے۔

☆ فارم کے خانہ نمبر ۱۴ کے مطابق ملازم کو اختیار ہوتا ہے کہ فراغت کے وقت وہ اصل کٹوتی لے گا یا اس کے ساتھ فراہم ہونے والا سود بھی وصول کرے گا۔

☆ اگر ملازم مجوزہ کٹوتی سے زیادہ رقم جمع کرانا چاہے تو اس کی بھی سہولت دی جاتی ہے لیکن اس کے لئے محکمہ کو الگ درخواست دینا ہوگی۔

☆ اگر ملازم کی سروس دس سال سے کم ہے تو وہ صرف جی پی فنڈ لینے کا مجاز ہے۔ اگر دس سال سے زائد سروس ہے۔ تو دیگر مراعات (پنشن گریجویٹی) کا حقدار ہوگا۔

☆ ملازم کو یہ سہولت دی جاتی ہے کہ وہ دورانِ سروس کسی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر ۸۰٪ جی پی فنڈ لے سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر سروس تین سال یا عمر ۵۵ سال ہے۔ تو یہ فنڈ ناقابل واپسی بصورت دیگر اسے چھتیس اقساط میں ماہ بہ ماہ اپنی تنخواہ سے محکمہ کو واپس کرنا ہوگا۔ اصل کٹوتی بدستور جاری رہے گی۔

☆ اس فنڈ کا ملازم کی پنشن یا گریجویٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ملازم کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی پنشن کا ۴۰٪ یکمشت وصول کرلے جسے گریجوٹی کہا جاتا ہے۔ اور باقی ۶۰٪ ماہ بہ ماہ وصول کرتا رہے۔ یا یکمشت لینے کی بجائے وہ ماہ بہ ماہ وصول کرے۔ اس صورت میں پنشن کی مقدار زیادہ ہوگی۔

☆ اس کٹوتی پر ملنے والے سود کی شرح متعین نہیں ہوتی۔ بلکہ ۱۵ فیصد سے ۲۰ فیصد کے درمیان رہتی ہے البتہ جتنا سود ہوتا ہے اس پر مزید حکومت ۳۰ فیصد کے حساب سے بونس جمع کرتی ہے، آئندہ سال کٹوتی + سود + بونس کی مجموعی رقم پر سود لگایا جاتا ہے۔ یعنی یہ سودِ مرکب کی ایک صورت ہے۔

☆ چند سالوں بعد اس کٹوتی کی رقم میں حیران کن اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ اضافہ ایسی برق رفتاری سے ہوتا ہے، کہ اصل کٹوتی سے سود کہیں زیادہ ہوجاتا ہے۔

واضح رہے کہ دس سال کی کٹوتی۔ /۶۰۰۰۰ روپے ہے جبکہ جی پی فنڈ دس سال میں ۲۶۴۱۸۶ روپے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل کٹوتی میں ۲۰۴۱۸۶ روپے سود کے ہیں۔ دیکھیں سود کس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ یہ

تو دس سالہ سروس کے اعداد و شمار ہیں، بعض اوقات ملازمین کی سروس بیس اور پچیس سال بھی ہو جاتی ہے۔ کچھ ملازمین یہ کہتے ہیں کہ سود کے علاوہ حکومت کچھ اس میں اپنی طرف سے بھی رقم شامل کرتی ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ سودِ مرکب کا کرشمہ ہے۔

☆ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس اس بات کا پابند ہے کہ وہ سال کے اختتام پر ملازم کو ایک سلپ جاری کرے جس میں اصل کٹوتی سود اور بونس کی وضاحت ہو لیکن وہ ہجومِ مشاغل کا بہانہ بنا کر ایسا نہیں کرتا اگر ملازم ہر سال یا فراغت کے وقت کے لئے درخواست دے تو محکمہ کی طرف سے یہ اعداد و شمار فراہم کر دیئے جاتے ہیں۔

☆اس جمع شدہ فنڈ پر ہر سال زکوۃ بھی کاٹی جاتی ہے۔ لیکن اس زکوۃ کی شرعی حیثیت انتہائی مخدوش ہے۔ بینک کے سیونگ اکاؤنٹس میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ لہذا بینک میں جمع شدہ رقم کی از خود زکوۃ دینا چاہیے۔

جی پی فنڈ کے متعلق یہ وہ تفصیلات تھیں جو ہم نے متعلقہ اشخاص سے حاصل کیں، اب اس کی شرعی حیثیت کو بیان کرتے ہیں۔

- یہ بات تو واضح ہے کہ جی پی فنڈ میں اصل کٹوتی سے جو زائد رقم دی جاتی ہے، وہ سود ہے۔ چنانچہ خود گورنمنٹ اس کی معترف ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلقہ فارم کے خانہ نمبر ۱۴ میں مرقوم ہے:

"کیا ملازم اپنی تمام جمع شدہ رقم پر سود کا خواہش مند ہے یا نہیں"؟

اور سود کو قرآن و سنت میں بڑی صراحت اور شدت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور سود خوروں کے متعلق جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سود کا وجود روحِ اسلام کے بالکل منافی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے، مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنا دے۔"(البقرہ:۲۷۵)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دور جاہلیت کے بہت بڑے مہاجن اور سود لے کر لوگوں کو قرضہ دیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق بھی حجۃ الوداع میں صاف صاف اعلان کر دیا:" دور جاہلیت کا پورا سود کالعدم ہو گیا ہے۔ اور سب سے پہلے میں اس سود کو منسوخ ٹھراتا ہوں جو میرے چچا عباس بن عبد المطلب کا لوگوں کی طرف نکلتا ہے۔"(مسند امام احمد:۵/۷۳)

جی پی فنڈ میں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ ملازم کو جو سودی رقم ملتی ہے۔ اس کا مالک کون ہے؟ ملازم تو اس کا مالک نہیں کیونکہ یہ تو اسی رقم کا مالک ہے۔ جو ماہ بہ ماہ اس کی تنخواہ سے کٹوتی کی صورت میں جمع ہوتی رہی اور جو زائد رقم سود کی شکل میں ہے ملازم اس کا قطعاً مالک نہیں ہے۔

اصل رقم سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:" اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"(البقرہ:۲۷۹)

سودی رقم کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود سے باقی رہ گیا ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اسے چھوڑ دو۔"(البقرہ ۲۷۸)

اگر اس رقم کی وصولی پر اصرار ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"(۲البقرہ۲۷۹)

ایسے حالات میں کیا ایک غیرت مند صاحبِ ایمان سے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ اپنی اصل رقم کے ساتھ سودی رقم کو بھی وصول کرے گا اگرچہ ایسے موقع پر انسان کا امتحان ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تھوڑی سی رقم اور دوسری طرف ڈھیروں مال ہے لیکن جس شخص کو اپنے ایمان کی فکر ہے وہ اس گندگی کے ڈھیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دیجئے کہ پاک اور ناپاک یکساں نہیں ہیں۔ خواہ ناپاک کی کثرت تمھیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو۔" (المائدۃ: ۱۰۰)

اس آیت پر غور کرنے سے قدر و قیمت کا ایک دوسرا معیار سامنے آتا ہے۔ جو ظاہر بین اور دنیا پرست انسان کے معیار سے بالکل مختلف ہے۔ بظاہر اصل کٹوتی کے مقابلے میں سودی رقم زیادہ قیمتی ہے، لیکن آیت میں بیان کردہ معیار کے مطابق یہ سودی رقم ناپاک ہے۔ اور ملازم کی اصل کٹوتی پاک ہے۔ ناپاک خواہ مقدار میں کتنا ہی زیادہ ہو بہر حال وہ پاک کے برابر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ سودی رقم مقدار میں زیادہ ہے۔ معیار میں اعلیٰ نہیں ہے۔ اصل کٹوتی مقدار میں بہت کم ہے لیکن معیار کے لحاظ سے بہت برتر ہے یہ تو ہمارے مشاہدے کی بات ہے کہ غلاظت کے ڈھیر سے عطر کا ایک قطرہ زیادہ قدر رکھتا ہے۔ پیشاب کے ایک لبریز جوہڑ سے پانی کا ایک چلو زیادہ وزنی ہے۔ لہذا ایک دانا اور ایک سچے صاحب ایمان کو حلال پر ہی قناعت کرنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی حقیر اور قلیل ہو اور حرام کی طرف کسی حال میں بھی ہاتھ نہیں بڑھانا چاہیے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی زیادہ اور شاندار ہو۔

اللہ تعالیٰ کا قانون فطرت یہی ہے کہ سود اخلاقی روحانی اور تمدنی ترقی میں نہ صرف رکاوٹ بنتا ہے، بلکہ تنزلی کا باعث ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشو نما دیتا ہے"

یہ ایک حقیقت ہے کہ سود کا انجام غربت اور ذلت و رسوائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"سود کی مقدار خواہ کتنی زیادہ ہو آخر یہ غربت اور افلاس کی طرف لے جاتا ہے۔" (مسند امام احمد: ۱/ ۳۹۵، صحیح الجامع (۳۵۴۲)

ان حقائق کے پیش نظر ہمارا یہ موقف ہے۔ کہ سودی رقم کو کسی صورت میں وصول نہ کیا جائے۔ قرآن و حدیث میں سود کے متعلق کسی قسم کا استثناء نہیں ہے۔ اس کے متعلق خود استثنائی صورتیں پیدا کر لینا

شریعت سازی ہے۔ جس کے ہم مجاز نہیں ہیں۔ سود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہماری ذمہ داری یہ بیان کی ہے، کہ ہم اسے وصول ہی نہ کریں، بلکہ حرام خوروں کے لئے یہ حرام چھوڑ دیا جائے۔

- **اصل کٹوتی کے ساتھ سودی رقم لینے کے لئے کچھ مجبوریاں اور مصلحتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ:**

☆ ملازم کی مرضی کے بغیر ماہ بہ ماہ تنخواہ سے کٹوتی ہوتی رہی، جب یہ کٹوتی شروع ہوئی تھی، اس وقت روپے کی مالیت اور موجودہ مالیت میں بہت تفاوت ہے لہذا اس نقصان کی تلافی کے لئے سودی رقم لینے میں کیا حرج ہے۔؟

☆ ملازم کو جی پی فنڈ حاصل کرنے کے لئے دفتری عملے کو کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے۔ لہذا یہ سودی رقم لے کر دفتری عملے کو دے دی جائے تاکہ "مال حرام بود جائے حرام رفت" کا مصداق بن جائے۔

☆ سودی رقم لے کر خود استعمال نہ کرے بلکہ ثواب کی نیت کیے بغیر کسی لاچار یا غیر مسلم کو دے دی جائے بصورت دیگر دفتری عملہ اس رقم کو ہڑپ کر جائے گا۔

☆ سود وہ ہوتا ہے جو فریقین کی رضامندی سے طے ہو۔ اس 'سودی رقم' میں ملازم کی رضامندی شامل نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے ارادہ واختیار کو دخل ہے، لہذا اس رقم کو اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ وغیرہ۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی نظامِ عدل کے منافی جو دھاندلیاں ہم نے سینے سے لگا رکھی ہیں۔ وہ "خود ساختہ بہانوں" کے سہارے لگا رکھی ہیں۔ ورنہ در حقیقت وہ شرعی معذرتیں نہیں ہیں۔ بلکہ عذر ہائے لنگ ہیں۔ جسے ہم "خوئے بد را بہانہ بسیار" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ دور حاضر میں "مجبوری" ایک ایسی مکروہ کیفیت کا نام رہ گیا ہے۔ جس کا اسلام میں کوئی قطعاً وجود نہیں ہے۔ وقت اور حالات کو بدلنے کی بجائے ہم نے ایسی معذرتوں سے سازگاری پیدا کرلی ہے۔ جس کے بعد مجبوری مجبوری نہیں رہتی بلکہ معصیت اور مجرمانہ غفلت بن جاتی ہے۔ لہذا ایسی مجبوریوں کے سہارے جو بھی خلافِ شرع کام کیا جائے گا۔ اسے شرعی

معذرت کے نام پر حلال یا جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مجبوریاں ناسازگار حالات اور نامساعد ظروف کا حاصل ہوتی ہیں۔ جو لوگ ناسازگار فضاؤں کو بدلنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اسلام میں ایسے افراد کی معذرتوں کو تا تبدیلی حالات قبول کیا جاتا ہے۔ جہاں ایسی بات نہیں ہوتی، وہاں اسلام ایسی مجبوریوں اور معذرتوں سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ یہ بہانہ سازی کی وہ مکروہ صورت ہے، جسے اسلام دشمنی سے تعبیر کیا جائے گا۔ہاں اگر قرآن کی بیان کردہ اضطراری حالت پیدا ہو جائے۔ تو سود جیسی خبیث اور پلید چیز کو استعمال کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"البتہ جو شخص بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان (حرام اشیاء) میں سے کوئی چیز استعمال کر لے بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"(۵/المائدہ:۳)

دوسرے مقام پر اس اضطراری اور اس کی حد بندی کی مزید وضاحت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان (حرام اشیاء) میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"(البقرہ:۱۷۳)

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام چیز استعمال کرنے کی اجازت چار شرطوں سے دی گئی ہے:

۱۔ واقعی مجبوری کی حالت میں مبتلا ہو، مثلاً بھوک پیاس سے جان پر بن گئی ہو، یا بیماری کی وجہ سے جان خطرے میں ہو، اور اس حالت میں حرام چیز کے علاوہ اور کوئی میسر نہ ہو۔

۲۔ اللہ کے قانون کو توڑنے کی خواہش دل کے نہاں خانہ میں پوشیدہ نہ ہو۔

۳۔ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مثلاً تھوڑی مقدار میں حرام چیز سے اگر جان بچ سکتی ہے تو اس سے زیادہ مقدار استعمال نہ کی جائے۔

۴۔ حرام کے استعمال سے کسی نافرمانی یا معصیت کے ارتکاب کا ارادہ نہ ہو۔

قرآن کریم میں ایک مقام پر بہانے باز لوگوں کا تذکرہ بایں الفاظ ہوا ہے:

"جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے، فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے جو کہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔"(النساء :۹۷)

یہاں اللہ تعالیٰ نے بہانہ ساز لوگوں کی معذرت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ آج کل ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم رخصتوں کا دامن تھامنے میں کوئی سستی نہیں کرتے۔ لیکن اپنی ذمہ داریوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ اگر سوئی کے سوراخ جتنی رخصت بھی ہو تو اس سے اونٹ گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ حالانکہ ایسا کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

- **جی پی فنڈ اور حیلے بہانوں کی حقیقت**

ہم قارئین کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں، کہ رزق حلال خیر و برکت سے معمور ہوتا ہے۔ جب کہ حرام مال کئی ایک مصیبتوں اور آفتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ بعض اوقات حرام کی نحوست حلال مال کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ اگرچہ سودی رقم اصل کٹوتی سے چار گناہ زائد ہے۔ تاہم ایک بندہ مومن کے لئے اس سے کنارہ کش رہنے میں ہی عافیت ہے۔ رزقِ حلال کی برکت اور مالِ حرام کی نحوست کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بکری جو حلال جانور ہے، اور سال میں ایک یا دو دفعہ بچے جنم دیتی ہے۔ جبکہ ہزاروں کی تعداد میں روزانہ ان کو ذبح کیا جاتا ہے، اس کے باوجود باہر میدانوں میں ان کے ریوڑ چرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں کتیا چھ ماہ بعد کئی بچے جنم دیتی ہے۔ اور حرام ہونے کی وجہ سے کوئی ذبح بھی نہیں کرتا لیکن کتوں کے کبھی میدانی علاقوں میں ریوڑ نظر نہیں آتے۔

- **اب حیلوں کے متعلق گزارشات پیش خدمت ہیں:**

☆نقد کی مالیت کا اتار چڑھاؤ ہر دور میں رہاہے، لیکن یہ مادہ پرستانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے، کہ اسے بنیاد بناکر سود کو جائز قرار دیاجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچاعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود ختم کیا تھاتو کیا آپ نے اس کی مالیت کے نشیب وفراز کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کی تھی؟ پھر کیامالیت کے فرق سے سودی رقم کی اصل کٹوتی سے چار گنازیادہ ہوسکتی ہے؟

☆جب یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ سودی رقم ملازم کی نہیں بلکہ اس کی رقم صرف اصل کٹوتی ہے۔ تو پھر دفتری عملے کورشوت دینے کے لئے دوسروں کی دولت پر شبخون مارنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اگر اپنی رقم کے لینے کے لئے رشوت دیناضروری ہوتواس کا کوئی اور حل سوچیں نہ کہ اس مال سے دیں جو آپ کا نہیں ہے۔

☆ہمارے نزدیک یہ سودی رقم وصول کرنا ہی جرم ہے، کیوں کہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن کی خلاف ورزی کرکے اسے وصول کرنا، پھر (ثواب کی نیت کے بغیر ہی سہی) کسی کو دینا اسے "ظلمات بعضها فوق بعض" سے ہی تعبیر کیاجاسکتاہے۔

☆جب ملازم جی پی فنڈ کا فارم پُر کرتا ہے، تو خانہ نمبر ۱۴ میں اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کرتا تو بھی اس رقم کے سود ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ وہ بہر حال اصل کٹوتی کے علاوہ دوسری رقم ہے، جسے کسی صورت میں لینا جائز نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ وہ رقم جو ملازم کے کھاتے میں پڑی ہے۔ اس کا مصرف کیا ہو؟ اس کی ذمہ داری ملازم پر نہیں ہے کہ وہ اس کے متعلق دردسر اپنے ذمہ لے، بلکہ وہ خود بخود جہاں سے آئی تھی وہاں پہنچ جائے گی۔ آخر بینک میں سروس چارجز ایک کھاتہ ہوتا ہے اس کھاتہ میں جمع شدہ رقم تحلیل ہوتے ہوئے ختم ہوجاتی ہے۔

• گزارش

ہمیں مختلف احباب کی طرف سے زمینی حقائق پر نظر رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اگر اس سے مراد باطل سے سمجھوتا کرنا ہے۔ تو ایسا کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ محکمہ جب اپنے ملازم کا جی پی فنڈ کا کھاتہ بناتا ہے، تو اسے ایک فارم مہیا کیا جاتا ہے، اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کٹوتی کی جمع شدہ رقم پر سود لینا چاہتا ہے یا نہیں؟ اگر ملازم لکھوا دے کہ میں سود نہیں لینا چاہتا تو اس کی جمع شدہ رقم پر سود نہیں لگایا جاتا۔ اگر اس کے باوجود اس کی کٹوتی میں سود شامل کر دیا گیا ہے، تو ایک سادہ کاغذ پر درخواست دے کر اپنی جمع شدہ رقم پر سودی اضافہ ختم کرایا جاسکتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق بعض احباب نے ایسا کیا ہے، اور انھیں صرف اصل کٹوتی ہی کی رقم ملی ہے۔

جی پی فنڈ کے متعلق ہماری آخری گزارش یہ ہے کہ صرف اپنی اصل کٹوتی پر اکتفا کیا جائے، سود وغیرہ لینے کا لالچ نہ کرے، کیوں کہ اس کے متعلق قرآن وحدیث میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

کہ سود کو بھی ترک کر دو اور جس کے متعلق تمھیں شبہ پڑ جائے، اس سے بھی اجتناب کرو۔"(مسند احمد :۱/۳۶)

اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(البقرہ:۲۷۵)

"جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے سود خوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اس حرکت کا اعادہ کرے تو وہ جہنمی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ہم نے قارئین کو اپنے رب کی نصیحت پہنچادی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

مفتیانِ کرام

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عبد الستار حماد حفظہ اللہ (رئیس اللجنۃ)

فضیلۃ الشیخ عبد الحلیم بلال حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حافظ اِسحاق زاہد حفظہ اللہ

لجنة العلماء للإفتاء
www.ulamaweb.com
fatwa@ulamaweb.com +923098280125